اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل قادیان دارالامان

THE ALFAZL QADIAN.

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳

ایڈیٹر غلام نبی

تار کا پتہ الفضل قادیان

ٹیلیفون نمبر ۹۱

شرح چندہ پیشگی — سالانہ ششماہی سہ ماہی بیرون ہند سالانہ

قیمت ایک آنہ

جلد ۲۷ — مورخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ — یوم شنبہ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۹ء — نمبر ۵۸

مدینۃ المسیح

قادیان ۹۔ مارچ۔ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق ساڑھے آٹھ بجے شب کی اطلاع ہے۔ کہ بفضل خدا حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ الحمد للہ ۔:۔

حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت بوجہ دوران سر۔ اور کسل کے زیادہ ناساز ہے صحت کاملہ کے لئے دُعا کی جائے ۔:۔

آج شام کو ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب نے اپنے لڑکے نذیر احمد صاحب کے ولیمہ کی دعوت دی جس میں بہت سی اصحاب کو مدعو کیا ۔:۔

ڈاکٹر عبد الغنی صاحب کڑک جو زنجبار میں ملازم تھے۔ پنشن یاب ہو کر آ گئے ہیں ۔:۔

مقامی درسگاہوں کے سالانہ امتحانات شروع ہو گئے ہیں ۔:۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

تربیتِ اولاد کے متعلق اپنی ذمہ واریوں کو سمجھو اور انہیں عباد الرحمٰن بناؤ

"اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے۔ مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔ کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالےٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دُعا کرتے ہیں۔ اور نہ مراتبِ تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے۔ کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں۔ جس میں میں اپنے دوستوں اولاد اور بیوی کے لئے دُعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں۔ جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھاتے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں۔ تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔ ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکا اپنے جرائم کی وجہ سے پھانسی پر لٹکایا گیا۔ اس آخری وقت میں اس نے خواہش کی۔ کہ میں اپنی ماں سے ملنا چاہتا ہوں جب اس کی ماں آئی۔ تو اس نے ماں کے پاس جا کر اسے کہا۔ کہ میں تیری زبان کو چوسنا چاہتا ہوں۔ جب اس نے زبان نکالی۔ تو اسے کاٹ کھایا۔ اور دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ اسی ماں نے مجھے پھانسی پر چڑھایا۔ کیونکہ اگر یہ مجھے پہلے ہی روکتی۔ تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی۔

حاصل کلام یہ ہے۔ کہ لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں۔ مگر نہ اس لئے کہ وہ خادم دین ہو۔ بلکہ اس لئے کہ دُنیا میں ان کا کوئی وارث ہو۔ اور جب اولاد ہوتی ہے۔ تو اسکی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو۔ کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جب وہ اس سے غافل ہے۔ تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا یعنی خدا تعالےٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے۔ اور یہ تب ہی میسر آ سکتی ہے۔ کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں۔ بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر ایک شے پر مقدم کرنے والے ہوں۔ اور آگے کھول کر کہہ دیا۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اولاد اگر نیک اور متقی ہو۔ تو یہ ان کا امام ہی ہو گا"

(الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

مسٹر گاندھی پر اعتماد کی تحریک پیش نہ ہو سکی

تریپوری سے ۸ مارچ کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ساڑھے چار بجے شام آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ مسٹر بوس صدر تھے۔ آپ کی حالت گو پہلے کی نسبت اچھی ہے۔ لیکن کمزوری اس قدر ہے۔ کہ ایمبولینس کار میں۔ پنڈال میں لایا گیا۔ ورکنگ کمیٹی کے مستعفی ممبر عام ممبروں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ صاحب صدر نے ان کو سٹیج پر آنے کی دعوت دی۔ چنانچہ وہ اٹھ کر وہاں جا بیٹھے۔ یو۔ پی کے وزیر اعظم پنڈت پنت نے ایک تحریک پیش کی۔ جس پر ۳۲۰ ممبروں میں سے ۱۷۹ کے دستخط پہلے ہی سے موجود تھے۔ اس میں قرار دیا گیا تھا۔ کہ اس ہاؤس کو مسٹر گاندھی پر کامل اعتماد ہے۔ اور صدر سے درخواست کی گئی تھی۔ کہ اسی پالیسی پر عمل کریں۔ جو اس وقت رائج ہے۔ اور ورکنگ کمیٹی کے ممبر گاندھی جی کے مشورہ سے مقرر کریں۔ لیکن صدر نے اس قرارداد کو بے قاعدہ قرار دیا۔ اور کہا کہ کانگرس کے قواعد اور اس کی روایات اسے پیش کرنے اور اس پر عمل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ صدر کے اس رولنگ پر کچھ ہنگامہ بپا ہوا۔ ایک ممبر نے اسے مطلق العنانی سے تعبیر کیا۔ مسٹر بوس کے حامیوں نے اسے ان الفاظ کو واپس لینے کے لئے کہا۔ اس نے انکار کیا۔ اور اس پر تکرار شروع ہو گئی۔ لیکن جلد ہی رک گئی۔ بعض کانگرسی لیڈروں نے مسٹر بوس کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ کہ وہ ورکنگ کمیٹی پر عائد کردہ الزامات کو واپس لے لیں۔ اور کانگرس کی آئندہ پالیسی حسب سابق گاندھی جی وضع کریں۔ لیکن آپ اس پر رضامند نہیں ہوئے۔

دونو فریقوں میں مفاہمت کی تمام کوششیں اس وقت تک ناکام رہی ہیں۔ صلح کی کوئی امید نہیں۔ بلکہ کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ اور اجلاس میں شدید ہنگامے کے آثار نظر آتے ہیں۔

مسٹر بوس کے جس بیان میں ورکنگ کمیٹی کے ممبران پر اعتراضات بیان کئے جاتے ہیں۔ اس کی وضاحت میں آپ نے ایک اور بیان شائع کیا تھا۔ جس میں اپنی پوزیشن کو واضح کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے جواب میں بابو راجندر پرشاد نے اب ایک بیان شائع کیا ہے۔ جس پر مسٹر بوس کو خوب لتاڑا گیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ مسٹر بوس کا حافظہ بہت کمزور ہو گیا ہے۔ انہیں یاد نہیں۔ کہ دہلی میں اعتدال پسند لیڈروں نے ہی فیڈریشن کو مشروط طور پر قبول کر لینے کا پروپیگنڈا کرنے والوں کی مذمت کا ریزولیوشن مرتب کیا تھا۔ انہوں نے ورکنگ کمیٹی کے اجلاس کی مخالفت کر کے گویا یہ بتا دیا تھا۔ کہ انہیں اپنے رفقاء پر اعتماد نہیں۔ بعض مسائل پر اختلاف پنڈت نہرو اور ان کے رفقاء کے درمیان بھی ہو رہا ہے۔ مگر انہوں نے کبھی ان کی اس طرح پبلک میں مذمت نہیں کی تھی وہ قابل عزت اور پابند وضع آدمی ہیں۔ اور انتخابی ہنگاموں کے مواقع پر ایسے اختلافات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کرتے۔ ان کے اس طرز عمل اور رواداری کا ہی نتیجہ ہے کہ اختلافات کے باوجود ان کے ساتھ مل کر کام کرنا باعث مسرت و افتخار رہا ہے۔ اور چونکہ موجودہ صدر میں یہ جذبات ہمیں نظر نہیں آتے اس لئے ہم علیحدہ ہو گئے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ مسٹر بوس کی یہ رائے ہے کہ الزامات واپس لینے کی شرط دونو فریقوں پر عائد ہو۔ نیز نئی ورکنگ کمیٹی میں انتہا اور اعتدال پسند ممبروں کی تعداد مساوی ہو۔ اور کانگرس کے سیشن میں آئندہ سال کا پروگرام مرتب کیا جائے۔ اسی جھگڑے کی وجہ سے مسٹر بوس نے اپنا صدارتی ایڈریس بھی مکمل نہیں کیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا ایڈریس نہایت مختصر ہوگا۔ جو فلسکیپ کے تین صفحات سے زیادہ نہ ہوگا۔ صدر کے خلاف عدم اعتماد کی تحریک پیش کرنے کا بھی چرچا ہو رہا ہے۔ لیکن تمام ذمہ دار لیڈر اس بات پر متفق معلوم ہوتے ہیں۔ کہ ایسے موقعہ پر اگر صدر کے خلاف براہ راست عدم اعتماد کی تحریک پیش کی گئی۔ تو یہ

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لنڈن ۸ مارچ۔ برطانیہ کے سول ڈیفنس منسٹر مسٹر جان اینڈرسن نے ایک تقریر کے دوران میں اعلان کیا۔ کہ گیس کے بموں کی ضرر رسانی سے محفوظ رہنے کا ہم نے ایک کامیاب طریق معلوم کر لیا ہے۔ کہ ممکن ہے آئندہ ان بموں کا استعمال ہی ترک کر دیا جائے۔ اب ہم آتش افروز بموں سے بچنے کے طریق معلوم کر رہے ہیں۔

سان فرانسسکو ۸ مارچ۔ جرمنی کے ایک سابق افسر نے یہاں کے اخبار نویسوں کے مجمع میں کہا۔ کہ یہ فیصلہ ہو گیا ہے کہ ہٹلر کے بعد جرمن کا ڈکٹیٹر کون ہوگا لیکن ابھی اس کا نام ظاہر نہیں کیا جا سکتا ہٹلر اس امر کا کئی بار اظہار کر چکا ہے کہ کثرت مشاغل کی وجہ سے اس کی صحت بالکل گر گئی ہے۔

دہلی ۸ مارچ۔ ایک اطلاع مظہر ہے کہ ریاستوں کے وزراء اعظم کی ایک میٹنگ کل سے یہاں شروع ہونے والی ہے۔ جس میں فیڈریشن میں شمولیت کے مسئلہ پر غور و فکر کیا جائے گا۔ اور پرسوں جمعہ کو والیان ریاست کی سٹینڈنگ کمیٹی کا اجلاس ہوگا۔ اور اس کے بعد وزراء اور والیان ریاست کا مشترکہ اجلاس ہوگا۔

کراچی ۸ مارچ۔ سندھ میں اوم منڈلی کے خلاف شورش روز افزوں ہے دو ہندو وزیروں نے وزیر اعظم کو نوٹس دے دیا ہے۔ کہ اگر اس مجلس کو خلاف قانون قرار نہ دیا گیا۔ تو وہ مستعفی ہو جائیں گے وزیر اعظم محسوس کر رہے ہیں۔ کہ مجلسی اور مذہبی امور میں مداخلت کی پالیسی خطرناک ہوا کرتی ہے۔

پراگ ۸ مارچ۔ چیکوسلواکیہ کے دو وزراء جرمنی گئے ہوئے تھے۔ جہاں انہوں نے ایک معاہدہ پر دستخط کر دیئے ہیں۔ جس کے رو سے جرمنی کو ان کے ملک میں تیل نکالنے کا ٹھیکہ دیدیا گیا ہے۔

لاہور ۸ مارچ۔ جنرل مینجر نارتھ ویسٹرن ریلوے نے اعلان کیا ہے۔ کہ سندھ ایکسپریس کو تباہ کرنے کی کوشش کی جو خبر شائع ہوئی ہے۔ اس سے ٹرین ریلوے لائن اور زمین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ یہ بعض چھوٹے بچوں کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔ اور اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔

لنڈن ۸ مارچ۔ دارالعوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعظم برطانیہ نے کہا۔ کہ ہسپانیہ کے متعلق برطانوی پالیسی سے حکومت امریکہ کو باقاعدہ آگاہ کر دیا گیا ہے۔

کلکتہ ۸ مارچ۔ بنگال کے وزیر اعظم کے ایک خطبہ پر جو اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ بحث کرنے کے لئے کانگرس پارٹی نے اسمبلی میں تحریک التوا پیش کی۔ پون گھنٹہ بحث کے بعد وزارتی پارٹی نے بحث بند کرنے کو کہا۔ مگر کانگرس پارٹی اسے جاری رکھنا چاہتی تھی۔ اس پر آراء لی گئیں۔ وزارت کے حق میں ۱۳۹ اور خلاف ۴۰ تھیں۔ اس کے بعد تحریک التوا پر تقسیم آراء کی گئی۔ ۱۲۰ ممبروں نے وزارت کے خلاف اور ۱۳۸ نے حق میں ووٹ دیئے۔ یورپین گروپ نے حکومت کا ساتھ دیا۔

بیروت ۸ مارچ۔ شامی طلباء نے یہاں ایک زبردست مظاہرہ کیا۔ جس کے دوران میں پولیس کے ساتھ کئی بار ان کی جھڑپ ہوئی۔ طلباء نے پولیس پر سنگباری کی۔ اور باہم لڑائی ہوئی۔ جس میں ۴ طلباء اور ۲ سپاہی ہلاک ہو گئے۔ یہ مظاہرے شامی فرانسیسی معاہدہ کے سلسلہ میں حکومت فرانس کے رویہ کے خلاف تھے۔

دہلی ۸ مارچ۔ بہار ہائیکورٹ نے ساہوکارہ ایکٹ کی دو دفعات کے متعلق فیصلہ کیا تھا۔ کہ انہیں پاس کرنا بہار اسمبلی کے اختیارات سے باہر ہے۔ اس کے متعلق حکومت بہار نے فیڈرل کورٹ میں اپیل دائر کی ہے فریقین کے نام نوٹس جاری ہو گئے ہیں۔

راجکوٹ ۸ مارچ۔ گاندھی جی کے متعلق ڈاکٹروں کی طرف سے شائع کردہ ایک بلیٹن مظہر ہے۔ کہ آپ کی حالت بہت اچھی ہے۔ آپ پھلوں کا رس، شہد اور گڑ کھا رہے ہیں۔ ان کو مشورہ دیا گیا ہے کہ ۱۳ تاریخ سے قبل کوئی سفر اختیار نہ کریں۔

بغداد ۸ مارچ۔ حکومت عراق کو برطانوی گورنمنٹ نے ایک یادداشت ارسال کی ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ کچھ عرصہ سے عراق کا پریس شیخ آف کویت کے خلاف پروپیگنڈا کر رہا ہے۔ اور چونکہ شیخ مذکور کی ریاست کا شمار ممالک محروسہ میں ہے۔ اس لئے اس کی عزت و ناموس کی حفاظت برطانیہ کے ذمہ ہے۔ لہذا آئندہ اس کے خلاف ہر قسم کا پروپیگنڈا بند کر دیا جائے۔

لنڈن ۸ مارچ۔ تینتسین کے برطانوی اور فرانسیسی علاقوں میں داخلہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے حکومت جاپان نے ان کے ارد گرد برقی تاریں لگا دی تھیں اس پر دونوں حکومتوں نے شدید احتجاج کیا۔ اس کے متعلق برطانوی پارلیمنٹ میں بھی بہت سے سوال دریافت کئے گئے۔ برطانیہ کے قونصل جنرل نے جاپانی نمائندہ سے ملاقات کی۔ اور اب حکومت برطانیہ جاپانی حکام کی طرف سے جواب کی منتظر ہے۔

لاہور ۸ مارچ۔ معلوم ہوا ہے کہ نامدھاری سکھوں نے آل انڈیا کانگرس کا آئندہ اجلاس اپنے گوردوارہ ستھان موضع بھینی ضلع لدھیانہ میں منعقد کرنے کی دعوت دی ہے۔

شولاپور ۸ مارچ۔ حیدر آباد آریہ سماجی شورش کے تیسرے ڈکٹیٹر لالہ خوشحال چند آف ملاپ نے پنڈت دھرمندا شاستری راج گورو راجپوتانہ کو چوتھا ڈکٹیٹر مقرر کیا ہے۔ پنڈت جی بعض راجوں کے گورو بیان کئے جاتے ہیں۔

بنارس ۸ مارچ اب یہاں بالکل امن و امان ہے۔ فسادات میں ۲۸ اشخاص ہلاک ہو چکے ہیں۔ آج پولیس نے کئی مکانات کی تلاشیاں لیں۔ اور ۵۰ ۴ آدمی گرفتار کئے۔

ناگپور ۸ مارچ۔ پنڈت نہرو نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں لکھا تھا کہ اگر کانگرس ڈاکٹر کھارے کے خلاف کارروائی نہ کرتی تو ضبط قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے گورنر کے ساتھ سازش کر کے کانگرس کے وقار کو نقصان پہونچایا تھا۔ اس کے جواب میں ڈاکٹر صاحب نے ایک بیان شائع کیا ہے۔ جس میں پنڈت صاحب کے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یا تو وہ اسے درست ثابت کریں اور یا پھر غیر مشروط معافی مانگیں۔

چارسدہ ۸ مارچ۔ صوبہ سرحد کے ہندوؤں میں یہ افواہ پھیل رہی ہے کہ حکومت نے گزشتہ سال انجمن حمایت اسلام کی جن کتابوں کو نصاب سے خارج کر دیا تھا۔ اس سال وہ بھی داخل کر لی گئی ہیں۔ اور اس سے ہندوؤں میں بہت جوش پھیلا ہوا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ اپنے بچوں کو سکولوں میں نہیں بھیجیں گے۔ جب تک کہ یہ کتب نصاب سے خارج نہ ہوں۔

لاہور ۸ مارچ۔ حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے۔ کہ حصار کے قحط زدہ علاقہ میں جو امدادی کام جاری کئے گئے ہیں۔ ان پر دو لاکھ ستائیس ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔ قریباً ساڑھے چودہ ہزار لوگوں کو مفت امداد دی جا رہی ہے۔ امدادی کاموں کا ایسا جال پھیلا ہوا ہے کہ ہر مرد و عورت جو کام کرنا چاہے۔ کام کر کے اجرت حاصل کر سکتا ہے۔

دہلی ۸ مارچ۔ ریلوے میں تھرڈ کلاس کے مسافروں کی تکالیف کو دور کرانے کے لئے ایک کمیٹی بنی ہے۔ جس کی طرف سے حکام ریلوے کو نوٹس دیا گیا ہے۔ کہ ایک ماہ کے اندر اندر دہلی اور غازی آباد کے درمیان سفر کی تکالیف کو دور کر دیں ورنہ زنجیر کھینچ کر گاڑی کو روکنے کا ستیہ گرہ شروع کر دیا جائے گا۔

راجکوٹ ۸ مارچ معلوم ہوا ہے کہ گاندھی جی کا برت شروع ہونے کے وقت سے لے کر اس کے ختم ہونے تک مقامی تار گھر سے ۴۵ ہزار الفاظ کے تار

اپنی صحت کی قدر کرو!

ہندوستان کے لاکھوں آدمی صحت کے لحاظ سے نہایت کمزور اور نحیف نظر آتے ہیں۔ حفظان صحت کے اصولوں کے خلاف بود و باش۔ دماغی کشمکش جدید تہذیب کی عادات و کردار۔ اور ان سب سے بڑھ کر مالی مشکلات یہ سب جسمانی بربادی کو پیدا کرنے والے اسباب ہیں۔ بیماری کے متعلق ہر روز نئے نئے اسباب پیدا ہو رہے ہیں۔ وہ طاقت اور قوت مردانگی رخصت ہو رہی ہے جس کے بل پر ہندوستان کے عورت و مرد اپنے فرائض کو پورا کر سکتے ہیں۔ ولایتی ادویات کے اوپر لاتعداد روپیہ صرف کر دیا جاتا ہے۔ اور جس کی جو رقم بھی ہے ہندوستان میں بھیج دیتا ہے۔ اس واسطے تو ضروری ہو رہا ہے کہ ولایتی ادویات کی درآمد کا سد باب کیا جائے یہ ولایتی ادویات اپنی کچھ دار اشتہار بازی کی بدولت جیسے بیا ٹانک بڑھاپے کو جوانی میں بدلنے والی وغیرہ دلکش ناموں سے ہندوستان کے صرف روپے کو ہی برباد نہیں کرتیں۔ بلکہ بعض اوقات تو صحت اور تندرستی کے قیمتی جوہروں سے بھی محروم کر کے جسم کو گھن لگا دیتی ہیں۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ان اشتہاری ولایتی دوائیوں کا جتنا استعمال ہوتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی تمیز نہیں کی جاتی اور ایسی دوائیوں کے اندھا دھند پرچار میں مدد دینے والے بعض ڈاکٹر بھی ہوتے ہیں۔

جدید میڈیکل سائنس جو آجکل دن بدن نئی الجھنیں اور خصوصیات پیدا کر رہی ہے اسے بنی نوع انسان کے سچے اور مستقل مفاد کو سامنے رکھ کر استعمال میں لانے کے لئے ایک کافی تحقیقات اور علم کی ضرورت ہے۔ نوبل پرائز پانے والے ڈاکٹر الیگسس کیرل جو جدید سائنس دانوں میں ایک بالاتر رتبہ رکھتے ہیں اپنی پر از معلومات مشہور کتاب "انسانی لاعلمی" میں پورے دعویٰ اور دلیل سے کھلے اور واضح الفاظ میں جو بیان دیتے ہیں اسے پڑھ کر زمانہ حال کے ہر ایک شخص اور ہر ایک ایسے ڈاکٹر کو جو تبدیل اور باسی ہونیوالی ایجادوں اور علاج کے مخصوص طریقوں کی اندھا دھند تقلید کر رہے ہیں خبردار ہو جانا چاہیئے۔ آپ لکھتے ہیں "ان ادویات نے جیسا کہ ان کے متعلق یقین دلایا جاتا ہے انسانی تکالیف کو بہت کم رفع کیا ہے" "ہمارے اندر ایسے لوگوں کی بھاری تعداد موجود ہے جو کہ جسم کو کمزور کرنے والی امراض کی بدولت موت کا شکار ہوتے ہیں" "خصوصی معالجین کا بڑھنا اور بھی زیادہ خوفناک ثابت ہوا ہے" "انسان قدرتی طور پر بالکل سادہ ہے" "وہ ایک سیل سے پیدا ہوا ہے" "وہ ایک ہی علاج سے اپنی اصلی حالت پر آ سکتا ہے۔ اس کے اندر بیماری کی حالت میں وحدانیت اور یکسانیت ویسا ہی کام کرتی ہے جیسا کہ تندرستی اور صحت کی حالت میں" "جب آدمی بیمار ہوتا ہے۔ تو بیماری کا عنصر اس کے سارے جسم کے اندر پھیلا ہوا ہوتا ہے نہ کہ کسی ایک جگہ میں" "...... کسی ایک مخصوص بیماری کیلئے جتنا ہی کوئی ڈاکٹر مشہور ہوگا اتنا ہی وہ خطرناک ہوگا" ہندوستانی علم طب میں آیورویدک انسان کا مجموعی طور پر علاج کرتا ہے۔ اور بدن کے اندر قدرتی صحت و اصلاح کو پیدا کرتا ہے۔ انسان کے اندر جو بیماری کا مقابلہ کرنے والی طاقت ہے وہ اسے ابھارتا اور قائم رکھتا ہے۔

ہندوستان کے لوگ اگر اپنی صحت و تندرستی کے اس ضروری اور اہم اصول کو سمجھ لیں تو وہ ہندوستان کے لاکھوں روپے کی سالانہ بچت ہی کر سکتے ہیں۔ اور بہتر صحت حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ فلاڈلفیا کے ڈاکٹر کلارک ایم۔ ڈی لکھتے ہیں:۔ "اگر آجکل کے معالج نئے نئے ادویات اور کیمیکل کو چھوڑ کر چرک کے طریقہ آیورویدسے علاج کریں۔ تو دنیا میں بیماری کم ہو جاوے اور زیادہ قبریں نہ کھودی جاویں"۔

امرت دھارا کے موجد کوی ونود وید بھوشن پنڈت ٹھاکر دت جی شرما وید موجد نے اپنی بے نظیر ایجاد کی بدولت ہندوستان کی بھاری خدمت کی ہے۔ ہندوستان کے لاکھوں آدمی امرت دھارا کے اندر اپنی صحت و دولت کی حفاظت کا سامان پاتے ہیں یہ ایک ہی دوا ان کی متعدد امراض میں خدمت کرتی ہے یہ ملیریے جسم کے اندر قدرتی صحت و متانت پیدا کرتی ہے اور بیماری کو جڑ سے اکھیڑ دیتی ہے کہ جس سے کسی اور قسم کی شکایت کے پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں رہتا اور کئی ڈاکٹروں اور کیمسٹوں کے بلوں کے خرچ سے نجات ملتی ہے

جو امرت دھارا فارمیسی میں تیار ہوتی ہے۔ جو کہ ایک بہت بڑی شاندار بلڈنگ کے اندر قائم ہے۔ ہندوستان کے باشندوں کی صحت کا ایک نشان ہے۔ اس کے اندر مشہور اکسیر ہے اور جملہ امراض کے متعلق قریباً پانچسو ادویات تیار رہتی ہیں۔ امرت کرن جو کہ ایک قدرتی اکسیر کے نام سے مشہور ہے اور اشوکری ڈایابیٹیز کیلئے نام پیدا کر چکی ہے یہ فارمیسی ماہ مارچ میں ان سب لوگوں کو جو اپنے دوائیوں کے اخراجات میں بچت کی پیدا کرنا چاہتے ہیں اپنی ادویات اور کتب مع کام ورقی شاستر اردو ہندی پر نصف قیمت کی رعایت دیتی ہے۔ یہ رعایت سارے سال تک دی جا سکتی ہے۔ اگر وہ اپنی حسب ضرورت کچھ روپیہ مارچ کے مہینے میں پیشگی ہی جمع کرا دیں! یہ رعایت اس فارمیسی کی سلور جوبلی کی یاد میں دی جاتی ہے جو ۱۹۳۶ء میں ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر طلباء اور عام لوگوں کے اندر جسمانی صحت و طاقت کی بیداری پیدا کرنے کے لئے کئی جسمانی کھیلوں کا بھی انتظام کیا جاتا ہے

ان لوگوں کو جو اپنی صحت کو قابل رشک بنانا چاہتے ہیں۔ جنہیں اپنے بال بچوں کی صحت کی فکر ہے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے ایسے قیمتی اپنے ہاتھ سے نہیں کھونا چاہیئے۔ صحت کی قدر کرنا ہر ایک کا فرض ہے۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر۔ غلام نبی۔

دعوئے استقراریہ خارج کر دیا گیا

چودھری عصمت اللہ صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل لائل پور نے مسٹر کھوسلہ سابق سشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے متعلق چند اصحاب کی طرف سے جو دعوئے استقراریہ دائر کر رکھا تھا۔ اور ڈسٹرکٹ جج صاحب گورداسپور کی عدالت میں زیر سماعت تھا خارج کر دیا گیا ہے۔ اور گیارہ سو کے قریب خرچہ ڈال دیا گیا ہے۔ اخبار "پرتاپ" لاہور نے اس مقدمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ "مرزا صاحب قادیان کا دعوے خارج کر دیا گیا"۔ حالانکہ اس مقدمہ سے نہ صرف حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ کسی مرکزی ادارہ نے بھی اس میں کسی قسم کا حصہ نہ لیا تھا۔ "پرتاپ" نے یہ بھی غلط لکھا ہے۔ کہ "جب سید عطاء اللہ شاہ صاحب نے قادیان میں تقریر کی تھی تو مرزا صاحب نے پولیس کے ذریعہ زیر دفعہ ۱۵۳ شاہ صاحب کے خلاف مقدمہ چلایا تھا"۔ یہ مقدمہ حکومت نے خود چلایا تھا۔

محمد حیات احراری کو دو ماہ قید کی سزا

ایک شخص محمد حیات احراری نے پچھلے دنوں قادیان میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ اور جماعت احمدیہ کے خلاف نہایت دلآزار اور اشتعال انگیز تقریریں کی تھیں۔ اس پر حکومت کی طرف سے اس کے خلاف زیر دفعہ ۱۵۳ الف مقدمہ چلایا گیا۔ جو علاقہ مجسٹریٹ صاحب بٹالہ کی عدالت میں زیر سماعت تھا۔ عدالت نے ۲۸ فروری کو اس کا فیصلہ سنایا۔ اور محمد حیات احراری کو مجرم قرار دیتے ہوئے دو ماہ قید کی سزا دی ہے۔

مُلّا عنایت اللہ احراری کی ضمانت نیک چلنی

مُلّا عنایت اللہ احراری کے خلاف حکومت کی طرف سے زیر دفعہ ۱۰۸ جو مقدمہ دائر تھا۔ اس میں اس سے چھ ماہ کے لئے نیک چلنی کی ضمانت لی گئی ہے۔

"الفضل" کے خلاف احرار کا مقدمہ

عنایت اللہ احراری نے ایڈیٹر و پرنٹر "الفضل" کے خلاف زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند ہتک عزت کا جو مقدمہ دائر کر رکھا ہے۔ آج (۹ مارچ) بعدالت علاقہ مجسٹریٹ صاحب بٹالہ اس کی پیشی ہوئی۔ استغاثہ کی طرف سے محمد شوق احراری اور گنج بہادری کی شہادت قلم بند کی گئی۔ اور آئندہ ۱۸ مارچ تاریخ سماعت مقرر ہوئی۔

ایک نہایت اہم جلسہ

اللہ تعالےٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ ۱۴ مارچ ۱۹۳۹ء کو خلافت ثانیہ کے مبارک زمانہ کے پچیس سال پورے ہو جائیں گے۔ ۱۵ مارچ کو خلافت کی حقیقت اور خلافت ثانیہ کے برکات کے متعلق ایک نہایت اہم جلسہ منعقد ہو گا۔ انشاء اللہ جس میں بزرگان سلسلہ ضروری امور کے متعلق تقاریر فرمائیں گے۔ شعراء صاحبان سے بھی درخواست ہے کہ مناسب ہو تو اپنے تازہ کلام ارسال فرمائیں۔ وقت اور جگہ کے متعلق بعد میں اعلان کیا جائیگا۔ خاکسار ابو العطاء جالندھری سکرٹری انجمن انصار خلافت قادیان

جماعت احمدیہ کی اعلیٰ علمی ترقی

چودھری عبد الرحمٰن صاحب رانجھا ایم۔ ایس سی نے اپنی خاص جد و جہد سے علم حیوانات میں گھونگوں کی پیدائش پر کچھ عرصہ سے تحقیقات جاری کی ہوئی تھی۔ ان کی اس تحقیقات خاص کا نتیجہ جب لکھنؤ یونیورسٹی کی طرف سے انگلستان کے دو ماہرین فن کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے اس کے بغور مطالعہ کے بعد اس کی بہت تعریف کی۔ اور اقرار کیا۔ کہ اس خاص تحقیقات سے جو نہایت عمدہ طریق پر شروع کی گئی۔ اور مکمل طور پر ختم کی گئی ہے۔ ہمارے علم میں خاص اضافہ ہوا ہے۔ اس تحقیقات میں بتلایا گیا ہے کہ انڈے سے نشو و نما ہوتے ہوئے کس طرح اس جانور کا ایک ایک عضو بنتا ہے مختلف حالتوں کو ظاہر کرنے کے لئے تصویریں اور نقشے کثرت سے دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے اس قابل تحقیقات کی تعریف کرتے ہوئے لکھنؤ یونیورسٹی سے سفارش کی کہ اگرچہ چودھری صاحب موصوف کا یہ سب کام ذاتی تحقیقات پر مبنی ہے۔ تو ان کو ڈی۔ ایس سی کی ڈگری دی جائے۔ چنانچہ لکھنؤ یونیورسٹی کی طرف سے انہیں ڈی۔ ایس سی کی قابل فخر ڈگری عطا کی گئی۔ اللہ تعالےٰ انہیں یہ ڈگری مبارک کرے۔ اور اس سے زیادہ اور بہتر عجائبات علمی کے دریافت کی توفیق دے۔

سائنس کی کسی شاخ میں تحقیقات کرنا ایک ہندوستانی کے لئے بہت سی مشکلات رکھتا ہے۔ کیونکہ یہاں نہ پورا سامان ملتا ہے۔ اور نہ دوسروں کا تجربہ مشعل راہ ہوتا ہے۔ مگر رانجھا صاحب کی مشکلات غیر معمولی تھیں۔ کیونکہ انہیں جس جانور کی پیدائش پر تحقیقات کرنا تھی۔ اس جانور پر انہیں انگریزی زبان میں کوئی لٹریچر دستیاب نہیں ہوا تھا۔ یوں تو اس جانور کی پیدائش کے متعلق ایسی مکمل تحقیقات تمام دنیا کے لئے ایک نیا کام تھا۔ لیکن اس جانور کے متعلق دوسرا لٹریچر سوائے جرمن زبان کے کہیں اور نہیں مل سکتا تھا۔ اس لئے رانجھا صاحب کو اپنی اس تحقیقات میں جرمن زبان کی کتب سے استفادہ کرنا پڑا۔ جس زبان کو انہوں نے اس سے پہلے نہیں سیکھا تھا۔ بہر حال اللہ تعالےٰ نے ان کی سعی کو مشکور فرمایا۔ کہ اس فن کے ماہرین کی رائے کے مطابق ان کی تحقیقات کا نتیجہ دنیا کے علم میں ایک خاص اضافہ کا موجب ہوا۔ اللہ تعالےٰ انہیں اس سے زیادہ توفیق دے۔ اور ان کی مثال سے دوسرے نوجوانوں کو ہمت و جرأت ہو۔ کہ وہ بھی اپنے ملک کو علمی دنیا میں نیک نام بنانے میں سعی و کوشش کریں۔ آمین

غیر مبایعین کی دو پارٹیوں میں لاٹھیوں سے جنگ

لاہور ۸ مارچ اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ پیغام بلڈنگس میں غیر مبایعین کی دو پارٹیوں میں جنگ ہوئی۔ جس میں آزادانہ لاٹھیاں استعمال کی گئیں۔ نتیجہ میں نصف درجن اشخاص زخمی ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ غیر مبایعین کی انجمن کے بعض ارکان نے انجمن کے ایک سابق رکن شیخ غلام محمد کو تحریری نوٹس دیا تھا کہ مسجد میں اپنے دعاوی کی تبلیغ نہ کیا کرو۔ ورنہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا۔ نوٹس کی تعمیل کے بعد رات کو نوٹس دہندگان نے شیخ غلام محمد پر حملہ کر دیا۔ مگر وہ بچ گیا۔ اس کے بعد اس کے بھی کچھ آدمی پہنچ گئے۔ اور دونوں پارٹیوں میں لاٹھیوں سے لڑائی شروع ہوگئی۔ اور نصف درجن اشخاص مجروح ہوئے۔ لڑائی کے بعد پولیس نے موقعہ واردات پر پہنچ کر فریقین کے بیانات قلم بند کئے۔

الفضل
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قادیان دارالامان مورخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ ہجری

خطبۂ جمعہ

مجلس خدام الاحمدیہ کے پروگرام میں سے بعض باتیں

جماعت میں قومی اور ملی روح پیدا کریں تعلیم دین پھیلائیں جسمانی و دماغی آوارگی کو روکیں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۳۹ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
میں نے پچھلے خطبہ میں اس امر کا ذکر کیا تھا۔ کہ

خدام الاحمدیہ جیسی جماعت کا وجود

ایک نہایت ہی ضروری اور اہم کام ہے۔ اور نوجوانوں کی درستی اور اصلاح اور ان کا نیک کاموں میں تسلسل ایک ایسی بات ہے۔ جسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے بتایا تھا۔ کہ مستورات کی اصلاح کے لئے

لجنہ اماء اللہ کا قیام

اور مردوں کی اصلاح کے لئے خدام الاحمدیہ کا قیام گویا دونوں ہی قومی تحریک کے دو بازو ہیں۔ اور تربیت کی تکمیل کے لئے نہایت ضروری امور میں سے ہیں میں نے خدام الاحمدیہ کو توجہ دلائی تھی۔ کہ ان کو اپنے کام ایک پروگرام کے ماتحت کرنے چاہئیں۔ یہ نہیں۔ کہ بغیر پروگرام کے کام کرتے رہیں۔ کیونکہ اس طرح بغیر پروگرام کے کام کرنے سے چنداں فائدہ نہیں ہوتا۔

آج میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ خدام الاحمدیہ کو اپنے قریب مستقبل میں۔ اور بعید میں بھی

بعض باتیں

اپنے پروگرام میں شامل کرنی چاہئیں ممکن ہے۔ ان کے سوا بعد میں بعض اور باتیں بھی شامل ہوتی جائیں۔ لیکن مستقبل قریب میں انہیں مندرجہ ذیل باتوں پر خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ ان میں سے بعض تو ایسی ہیں۔ کہ وہ ہمیشہ ہی ان کے کام کے ساتھ وابستہ رہنی چاہئیں۔ اور بعض ایسی ہیں۔ جو مختلف زمانوں میں مختلف شکلیں بدل سکتی ہیں۔ ان کے

فرائض میں سے پہلا فرض

یہ ہونا چاہیئے۔ کہ اپنے ممبروں میں قومی روح پیدا کریں۔

"قوم" کا لفظ آج کل اتنا بدنام ہو چکا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس سے چڑ جایا کرتے تھے۔ جب کوئی شخص آپ کے سامنے کہتا۔ کہ "ہماری قوم" تو آپ فرماتے۔ کہ "ہماری قوم" کیا ہوتی ہے

"ہمارا مذہب"

کہنا چاہیئے۔ لیکن درحقیقت بات یہ ہے۔ کہ جہاں یہ لفظ نسلی امتیاز پر دلالت کرتا ہے۔ وہاں مذہبی امتیاز پر بھی دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ خود قرآن کریم میں بھی اس کی مثال موجود ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا اعتراض بوجہ اس غلط استعمال کے تھا۔ جو آج کل اس لفظ کا ہو رہا ہے اور جب کسی لفظ کا اس طرح غلط استعمال عام ہو جائے۔ تو بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب قوم کا لفظ

نسلی یا سیاسی جتھے

کے معنوں میں استعمال ہونے لگے۔ اور مذہب کا جتھہ اس سے مراد نہ ہو۔ تو ایسا

کا یہ استعمال قابل اعتراض ہے۔ کیونکہ دنیا میں اسلام کی غرض یہ ہے۔ کہ تمام سیاسی نسلی اور اقتصادی جتھوں کو مٹا دے۔ اور بنی نوع انسان میں

ایک عام اخوت

کی تعلیم رائج کرے۔ پس اس لفظ کے غلط استعمال کی وجہ سے اگر کبھی اس لفظ کو استعمال سے خارج کر دیا جائے۔ تو یہ کوئی بُری بات نہیں۔ لیکن اپنے وسیع معنوں میں یہ لفظ بُرا نہیں۔

غرض خدام الاحمدیہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ قومی اور ملی روح کا پیدا کرنا ان کے ابتدائی اصول میں سے ہے۔ اس سال جلسہ سالانہ پر میں نے جو تقریر کی تھی۔ اس میں بتایا تھا۔ کہ

نبوت کی پہلی غرض

ملی روح کا پیدا کرنا تھا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت اور شریعت کا مرکزی نقطہ ملی روح کا پیدا کرنا ہی تھا۔ اس وقت لوگ گناہ سے واقف نہ تھے۔ اور نہ ہی ثواب کی زیادہ راہیں ابھی تک کھلی تھیں۔

اس وقت حضرت آدم کی نبوت کی غرض یہی تھی۔ کہ تعاون کی روح جو ایک حد تک ابھر چکی تھی اسے مکمل کریں۔ اور اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ملی رُوح کا سبق وُہ سبق ہے جو ہمارے پہلے روحانی باپ نے دیا۔ اور

سب سے پہلا الہام

جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوا۔ وہ ملی رُوح کے لئے ہی تھا۔ یعنی یا اٰدم اسکن انت و زوجك الجنة اے آدم تو اور تیرے ساتھی جنت میں رہو۔ یعنے اکٹھے مل کر تعاون کے ساتھ رہو۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ کرو۔

زوج کے معنی

بیوی کے بھی ہوتے ہیں۔ مگر ساتھی کے معنوں میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں جہاں یہ لفظ بیوی کے معنوں میں استعمال ہوُا ہے۔ وہاں کئی الہام ایسے ہیں جن میں یہ جماعت کے معنوں میں آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات دراصل

قرآن کریم کی تفسیر

ہیں۔ اور الفاظ قرآن کے جو معنی اس زمانہ میں مخفی تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے الہامات میں ان کا استعمال کر کے وُہ معانی ظاہر فرما دیئے ہیں اور اگر کوئی شخص آپ کے الہامات کا مطالعہ کرتا رہے۔ تو قرآن کریم کی تفسیر میں اس کا علم بہت وسیع ہو سکتا ہے۔ اور آپ کے الہاموں میں زوج کا لفظ دونوں معنوں میں استعمال ہوُا ہے۔ کہیں اس کے معنی بیوی کے ہیں اور کہیں مخلص جماعت کے۔ اور زوج کے معنوں میں یہ امتیاز معلوم کرنے کے بعد جب انسان قرآن کریم کی اس آیت پر چسپاں کریں۔ تو وسیع مطالب کھل جاتے ہیں۔ غرض یا اٰدم اسکن وانت و زوجك الجنة کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آدم اور اس کی بیوی جنت میں رہیں۔ مگر اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ کہ آدم اور اس کے مخلص صحابی ایک جگہ مل کر رہیں اور محبت سے رہیں۔ تعاون کا مفہوم جنت کے لفظ سے نکلتا ہے

جنت کی تشریح

اسلام نے یہ کی ہے۔ کہ دلوں سے کینہ و بغض نکال دیا جائے گا۔ اور جب یہ حکم ہو کہ جنت میں رہو۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ اپنی زندگی میں جنت کی کیفیات پیدا کرو۔ اور باہم تعاون کے ساتھ رہو۔ ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی جھگڑا اور گالی گلوچ سے بچو۔ جماعتی نظام کو نمایاں کرو۔ اور شخصی وجود کو اس کے تابع رکھو۔ اور دراصل اس کے بغیر حقیقی تعاون کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ حقیقی تعاون کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ انسان

شخصی آزادی کو قربان

کر دے۔ دو شخص اکٹھے چل رہے ہیں ایک تیز چلنے والا ہے۔ اور دوسرا کمزور۔ اب دونوں کے اکٹھا چلنے کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ تیز چلنے والا اپنی رفتار کو کم کر دے اور آہستہ چلنے لگے۔ کیونکہ کمزور تو تیز نہیں چل سکتا۔ ایک بوڑھا جو لاٹھی ٹیک کر چلتا ہے۔ اور ایک تیز چلنے والا نوجوان اکٹھے چلیں۔ اور بوڑھا یہ امید رکھے کہ نوجوان آہستہ چلے۔ اور نوجوان یہ کہ بوڑھا تیز چلے۔ تا دونوں اکٹھے چل سکیں۔ تو تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ دونوں میں سے کس کی امید جائز سمجھی جائیگی یقیناً بوڑھے کی۔ کیونکہ بوڑھا اگر کوشش بھی کرے۔ تو بھی تیز نہیں چل سکتا۔ لیکن نوجوان آہستہ چل سکتا ہے۔ اور اگر چاہے تو اپنی رفتار کو سست کر کے بوڑھے کو ساتھ لے چل سکتا ہے۔ اور اس لئے دونوں میں سے وہی مطالبہ صحیح ہو سکتا ہے جو ممکن ہے نوجوان اگر یہ مطالبہ کرے۔ کہ بوڑھا تیز چل کر اس کے ساتھ ملے۔ تو اس کا یہ مطالبہ بے وقوفی کا مطالبہ سمجھا جائے گا۔ کیونکہ تیز چلنا بوڑھے کے لئے ممکن ہی نہیں ہاں وہ خود تیز چلنے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی آہستہ چل سکتا ہے۔ لیکن جب یہ ایسا کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ

اپنی آزادی پر قید

لگاتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اسے طاقت دی ہے۔ کہ چار پانچ میل ایک گھنٹہ میں طے کر جائے۔ مگر چونکہ اس کا ساتھی بوڑھا ہے۔ اور پون میل سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ اس لئے یہ بھی اپنی رفتار اتنی ہی کر لیتا ہے۔ اور اتنا ہی چلتا ہے۔ اس کا اتنی کم رفتار سے چلنا اس کی اپنی کمزوری کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے ہے۔ کہ اپنے بوڑھے اور کمزور ساتھی کو بھی ساتھ لے جا سکے۔ اور یہی

حقیقی تعاون

ہے۔ کہ انسان کو اختیار اور طاقت حاصل ہو رتبہ حاصل ہو۔ روپیہ موجود ہو۔ مگر وُہ ان کے متعلق اپنے اختیارات پر خود قیدیں لگا دے۔ روپیہ خرچ کرنے کے لئے موجود ہو مگر کم خرچ کرے یا اسے دوسروں کے لئے خرچ کرنے لگے۔ موجود ہونے کے باوجود کم خرچ کرنے کی مثال روزہ ہے۔ اور دوسروں کی خاطر خرچ کرنے کی مثال صدقہ ہے۔ روزہ میں کم خرچ کیا جاتا ہے۔ ایک امیر آدمی بھی سب کچھ موجود ہونے کے باوجود اپنی شکل غریبوں کی سی بناتا ہے۔ دراصل سحری کی غرض یہی ہے کہ انسان جو بھی کھاتا ہے چوری چھپے کھاتا ہے۔ اور جب لوگوں کے سامنے آتا ہے۔ تو ایسی حالت میں کہ اس کے چہرہ سے فاقہ کشی اور غربت کے آثار پیدا ہوتے ہیں اور اس طرح وُہ جسے کھانے کو ملتا ہے۔ اور وُہ بھی جسے نہیں ملتا سب یکساں نظر آتے ہیں۔ جو کچھ کھانا ہوتا ہے وُہ سحری کے وقت ہی کھا لیا جاتا ہے۔ اور ایک دوسرے کے سامنے آنے کے وقت سب کی شکلیں غربت ظاہر کر رہی ہوتی ہیں۔ حج کی بھی یہی صورت ہے۔ سب کے لئے حکم ہے کہ ایک چادر لپیٹ لو۔ اور اس طرح لباس میں سب تکلفات۔ کوٹ۔ صدری قمیص بنیان وغیرہ اڑ گئیں۔ پھر اس چادر کی سلائی کو بھی روک دیا۔ کیونکہ سب فیشن دراصل سلائی سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ صرف ایک کپڑا پہننے کی اجازت ہے۔ اور سب کے لئے یہی حکم ہے اس طرح ہماری شریعت نے دونوں رنگ رکھے ہیں۔ کہیں تو کم خرچ کرنے کو کہا ہے۔ اور کہیں دوسروں کے لئے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔ روپیہ موجود ہے۔ مگر انسان اسکا استعمال نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اپنے غریب یا نادار بھائی کے مشابہ نظر آ سکے۔ یا چیز موجود ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔ کہ دوسرے کو دے دو اور

اسی کا نام ملی روح ہے

یعنے اپنی طاقتوں کو اور ذرائع کو مقید اور محدود کر دیا جائے۔ اور اس ملی رُوح کے کمال کا نقطہ یہ ہے۔ کہ انسان کے اندر یہ بات پیدا ہو جائے۔ کہ جہاں میری ذات کا مفاد میری قوم کے مفاد سے ٹکرائے وہاں

قومی مفاد

کو مقدم کروں گا۔ اور اپنی ذات کو نظر انداز کر دوں گا۔ اور جب کسی جماعت میں یہ بات پیدا ہو جائے۔ تو وُہ کسی سے ہارتی نہیں۔ صحابہ کرامؓ کی حالت ہمارے سامنے ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے لئے صحابہ جو قربانیاں کرتے تھے۔ وُہ بھی دراصل اسلام کے لئے ہی تھیں۔ کیونکہ وُہ آپکو

اسلام کا مکمل نمونہ

خیال کرتے تھے۔ اور اسلئے آپ کے مقابلہ میں اپنی شخصیتوں کو بالکل نظر انداز کر دیتے تھے

مذہبی جماعتوں میں تو یہ رُوح بہت بڑی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ دُنیوی قوموں میں بھی جب یہ بات پیدا ہو جائے۔ تو وُہ بہت ترقی کر جاتی ہیں۔ آج کل دیکھ لو۔ انگلستان میں بھی اور ہندوستان میں بھی یہ موضوع زیرِ بحث آتا رہتا ہے۔ کہ

عورت کا کام کیا ہے

بڑے بڑے لوگ ہمیشہ اس پر اظہار خیال کرتے رہتے ہیں۔ مگر کیا مجال جو کوئی یہ کہنے کی جُرأت کر سکے۔ کہ عورت کا کام یہ ہے۔ کہ وُہ گھر کی چار دیواری میں بیٹھے۔ اگر کوئی شخص ایسی بات کہتا ہے۔ تو ایک طرف عورتیں اس کے پیچھے پڑ جائیں گی۔ کہ یہ ہماری آزادی کا دُشمن ہے۔ اور دوسری طرف اخبارات میں مرد اسے غیر مہذب اور غیر متمدن کہیں گے۔ لیکن جرمنی میں ہٹلر نے کہدیا۔ کہ عورت کا کام یہ ہے۔ کہ اپنے گھر میں بیٹھے۔ اور سب نے اسے تسلیم کر لیا۔ جو بات یہاں ہندوستان میں جو

ایک غلام ملک

ہے۔ کہنے کی کوئی جرأت نہیں کرتا۔ وُہ ایک آزاد ملک میں کہی گئی۔ اور سب نے اسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیا۔ حالانکہ یہ ایک ایسا سوال ہے۔ کہ یورپ میں اس کا سمجھنا بالکل نا ممکن ہے۔ کہ عورت گھر میں کس طرح رہ سکتی ہے۔ مگر ہٹلر نے جو حکم دیا۔ اسے سب نے تسلیم کیا۔ اور عمل کیا۔ اگرچہ کوئی ایسا طبقہ ہو سکتا ہے۔ جو دل سے اس خیال کے ساتھ متفق نہ ہو۔ مگر یہ جُرأت کسی کو نہیں ہوئی۔ کہ مقابلہ پر آئے۔ یہاں بڑے بڑے شہروں مثلاً لاہور۔ دہلی شملہ میں آئے دن

عورت مرد کی مساوات کا شور

رہتا ہے۔ مساوات کے یوں تو سب ہی قائل ہیں۔ مگر یہ کوئی نہیں دیکھتا۔ کہ مساوات ہے۔ کس معاملہ میں۔ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے۔ کہ ایک دفعہ جموں میں ایک جج اسی موضوع پر مجھ سے بحث کرنے لگا۔ کہ مرد و عورت میں مساوات ہونی ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پچھلی مرتبہ آپ کی بیوی کے لڑکا ہؤا تھا۔ اب کے آپ کے ہونا چاہیئے۔ یہ جواب سُنکر وُہ کہنے لگا۔ کہ میں نے سُنا ہؤا تھا۔ مولوی بد تہذیب ہوتے ہیں۔ مگر میں آپ کو ایسا نہ سمجھتا تھا۔ لیکن اب معلوم ہؤا۔ کہ آپ بھی ایسے ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس میں بد تہذیبی کی کوئی بات نہیں۔ میں نے تو ایک مثال دی تھی۔ اور آپ کو بتایا تھا۔ کہ جب فطرت نے دونوں کو الگ الگ کاموں کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو اس مساوات کے شور سے کیا فائدہ۔ تھی تو یہ سچائی مگر ایسے ننگے طور پر پیش کی گئی۔ کہ اسے بُری لگی۔ اور شائد اس کے حالات کے لحاظ سے حضرت خلیفۃ اول رضؓ کے لئے اس کے سوا چارہ نہ ہو حقیقت یہی ہے۔ کہ مساوات بے شک ہے۔ مگر دونوں کے کام الگ الگ ہیں۔ اس بات کو پیش کرنے کی کسی کو جُرأت نہیں ہوتی۔ کیونکہ قومی رُوح موجود نہیں۔ ہر شخص اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔ اگر عورتوں کے لئے یہ قربانی ہے۔ کہ وہ گھروں میں رہیں۔ تو مرد کے لئے بھی اس کے مقابلہ میں یہ بات ہے۔ کہ میدانِ جنگ میں جا کر سر کٹوائے لیکن چونکہ

قومی اور ملّی رُوح

موجود نہیں۔ اس لئے ان باتوں کو کوئی پیش کرنے کی جُرأت نہیں کرتا۔

پس خدام الاحمدیہ اس بات کو اپنے پروگرام میں خاص طور پر ملحوظ رکھیں کہ قومی اور ملی روح کا پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اصُولی طور پر ہر ایک سے یہ اقرار لیا جائے۔ اور اسے بار بار دہرایا جائے۔ محض اقرار کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ بار بار دہرانا اشد ضروری ہوتا ہے۔ آج علم النفس کے ماہر اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں۔ کہ دہرانے سے بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ لیکن ان کی یہ بات جب میں پڑھتا ہوں۔ تو مجھے حیرت ہوتی ہے۔ کہ کس طرح آج سے چودہ سو سال قبل اسلام نے اسی بات کو پیش کیا ہے۔ اسلام ہی ہے جس نے نہایت مختصر الفاظ میں مذہب کا خلاصہ پیش کر دیا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کیا ہے۔ یہ

اسلامی تعلیم کا خلاصہ

ہے۔ اور جب میں علم النفس کا یہ مسئلہ پڑھتا ہوں۔ تو حیران ہوتا ہوں۔ کہ یہ لوگ آج تحقیقاتیں کر رہے ہیں ہٹلر آج کہتا ہے۔ لیکن محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل یہ نکتہ بتا دیا تھا۔ ہٹلر نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے۔ کہ میں نے قومی ترقی کے ذرائع پر بڑا غور کیا۔ اور آخر میں اس نتیجہ پر پہونچا۔ کہ قومی ترقی کے اسباب کو تھوڑے سے تھوڑے لفظوں میں بیان کرنا چاہیئے۔ جو بار بار لوگوں کے سامنے آتے رہیں۔ اور وُہ انہیں بار بار دہراتے رہیں۔ اس طرح وُہ

انسانی دماغ میں جذب

ہو جائیں گے۔ لیکن اسلام میں یہ بات پہلے ہی سے موجود ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسُول اللہ کیا ہے۔ یہ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ اسے نمازوں میں اذانوں میں۔ اسلام لاتے کے وقت۔ غرضیکہ بار بار دہرانے کا حکم ہے۔ اور اس طرح بار بار جو چیز دہرائی جائے۔ وُہ زیادہ سے زیادہ پختہ ہو جاتی ہے۔

پس خدام الاحمدیہ کو بھی چاہیئے کہ ان کو چھوٹے سے چھوٹے فقروں میں لائیں۔ اور پھر ہر میٹنگ کے موقعہ پر بار بار ان کو دہرایا جائے۔ مثلاً یہ فقرہ ہو سکتا ہے۔ کہ میں اپنی جان کی

اسلامی اور ملّی فوائد

کے مقابلہ میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا جب کوئی مجلس ہو۔ ہر شخص باری باری پہلے اسے دہرائے اور پھر کام شروع ہو۔ اسی طرح جب ختم ہو۔ تو بھی اسے دہرایا جائے۔ اور اس طریق سے یہ بات دماغ میں جذب ہو سکتی ہے۔ بعض نادان خیال کر لیتے ہیں۔ کہ قواعد میں کوئی بات رکھ دینا ہی کافی ہوتا ہے اور اس طرح وُہ دل میں داخل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بات فطرت انسانی کے بالکل خلاف ہے۔ اگر ایسا ہو سکتا تو اسلام کی تعلیم کے خلاصہ کے بار بار دوہرائے جانے کا حکم دینے کی کیا ضرورت تھی۔

پس اس قسم کا کوئی فقرہ بنایا جائے۔ اور ایسا انتظام کیا جائے۔ کہ وُہ بار بار دوہرایا جاتا رہے۔ مثلاً یہ کہ میں

جماعتی اور ملّی ضرورتوں کے مقابلے

میں اپنی جان و مال اور کسی چیز کی کوئی پرواہ نہ کروں گا۔ اور پھر ایسا انتظام ہو۔ کہ اسے بار بار دوہرایا جائے ایسے فقروں کو بار بار دوہرانے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا۔ کہ ذہنیتوں میں ایسی تبدیلی ہو جائے گی۔ کہ بعض اوقات مخلصوں میں بھی بغاوت کا جو مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا احتمال نہیں رہے گا۔ دیکھو۔ اسلام نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو بار بار دوہرانے کا جو حکم دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ کبھی کوئی مسلمان یہ نہیں کہیگا کہ میں خدا کو نہیں مانتا۔ یا میں محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں مانتا۔ آپ کو کئی ایسے مسلمان ملیں گے۔ جو کہدیں گے۔ کہ جاؤ۔ میں روزہ نہیں رکھتا۔ میں نماز نہیں پڑھتا۔ مگر ایسا کوئی شخص جو اپنے آپ کو مسلمان بھی سمجھتا ہو۔ نہیں ملے گا۔ جو کہے۔ کہ میں خدا کو نہیں مانتا۔ یا محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا۔ اس لئے کہ نماز اور روزہ کی تعلیم بار بار اس کے سامنے دہرائی نہیں گئی۔ مگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بار بار دہرایا جاتا رہا ہے۔ پس خدام الاحمدیہ

انفرادی رُوح کو ملّی روح پر قربان کرنیکا جذبہ

پیدا کرنے کے لئے تمام ذرائع استعمال کریں اور اس کے لئے کوئی موزون فقرہ بھی بنایا جائے جو کام شروع کرتے وقت بھی اور ختم کرتے وقت بھی دوہرایا جائے۔ اور نعرے بھی لگائے جائیں۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھا جائے۔ کہ قومی رُوح توحیدِ باری کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔

اس لئے ایسے فقرہ میں توحید کا اقرار بھی ہو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کا بھی۔ اور پھر وہ چھوٹا بھی ہو۔ اور ہر موقعہ پر اسے بار بار دہرانے کا انتظام بھی کیا جائے۔ پھر جب بھی

کوئی جماعتی تحریک

ہو۔ وہ اپنے نوجوانوں کا جائزہ لیتے رہیں کہ اس میں انہوں نے کیا حصہ لیا ہے۔ سب اپنے اپنے ہاں کام کریں۔ مگر ان سب سے رپورٹ کی جائے۔ کہ کیا کیا ہے۔ اس طرح بھی کام کرنے کی ایک رَو پیدا ہوتی ہے۔ اور پہلے جو غفلت کرتے ہوتے ہیں۔ ان کو بھی توجہ پیدا ہو جاتی ہے دوسری بات جو انہیں اپنے پروگرام میں شامل کرنی چاہیئے وہ

اسلامی تعلیم سے واقفیت پیدا کرنا

ہے۔ یہ ایک مذہبی انجمن ہے سیاسی نہیں۔ اور اس لئے اصل پروگرام یہی ہے۔ باقی چیزیں تو ہم حالات اور ضروریات کے مطابق لے لیتے یا ملتوی کر دیتے ہیں۔ لیکن ہمارا اصل پروگرام تو وہی ہے جو قرآن کریم میں ہے۔ لجنہ اماء اللہ ہو۔ مجلس انصار ہو خدام الاحمدیہ ہو۔ نیشنل لیگ ہو غرض کہ ہماری کوئی انجمن ہو اس کا پروگرام قرآن کریم ہی ہے۔ اور جب ہر ایک احمدی یہی سمجھتا ہے۔ کہ قرآن کریم میں سب ہدایات دیدی گئی ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی مفر نہیں۔ تو اسکے سوا اور کوئی پروگرام ہو ہی کیا سکتا ہے حقیقت یہی ہے کہ اصل پروگرام تو وہی ہے۔ اس میں سے حالات اور اپنی ضروریات کے مطابق بعض چیزوں پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن جب روزے رکھے جا رہے ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ حج منسوخ ہو گیا بلکہ چونکہ وہ دن روزوں کے ہوتے ہیں اس لئے روزے رکھے جاتے ہیں۔ جب ہم کوئی پروگرام تجویز کرتے ہیں تو اس کے یہی معنی ہوتے ہیں۔ کہ اس وقت یہ امراض پیدا ہو گئے ہیں۔ اور ان کے لئے یہ قرآنی نسخے ہم استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ سارا پروگرام سامنے ہو۔ اور اس میں سے حالات کے مطابق باتیں لے لی جائیں۔ لیکن اگر سارا پروگرام سامنے نہ ہو۔ تو اس کا ایک نقص یہ ہوگا۔ کہ صرف چند باتوں کو دین سمجھ لیا جائیگا۔ پس

خدام الاحمدیہ کا اہم فرض

یہ ہے کہ اپنے ممبروں میں قرآن کریم باترجمہ پڑھنے اور پڑھانے کا انتظام کریں۔ اور چونکہ وہ خدام الاحمدیہ ہیں صرف اپنی خدمت کے لئے انکا وجود نہیں۔ اس لئے جماعت کے اندر قرآن کریم کی تعلیم کو رائج کرنا ان کے پروگرام کا خاص حصہ ہونا چاہیے۔ تیسری بات جو ان کے پروگرام میں ہونی چاہیئے۔ وہ

آوارگی کا مٹانا

ہے۔ آوارگی بچپن میں پیدا ہوتی ہے اور یہ سب بیماریوں کی جڑ ہوتی ہے اس کی بڑی ذمہ واری والدین اور استادوں پر ہوتی ہے۔ وہ چونکہ احتیاط نہیں کرتے۔ اس لئے بچے اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دیکھو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے مٹانے کے لئے کتنا انتظام کیا ہے۔ کہ فرمایا بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان اور تکبیر کہی جائے۔ اور اس طرح عمل سے بتا دیا کہ

بچّہ کی تربیّت چھوٹی عمر سے

شروع ہونی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ بچوں کو مساجد اور عید گاہوں میں ساتھ لے جانا چاہیئے۔ خود آپ کا اپنا طریق بھی یہی تھا۔ آجکل تو یہ حالت ہے کہ سترہ اٹھارہ سال کے نوجوان بھی بیہودہ حرکت کریں۔ تو والدین کہہ دیتے ہیں۔ کہ ابھی "نیانا" یعنی کم عمر ہے۔ لیکن ادھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عباس حدیثیں سناتے ہیں۔ جبکہ ان کی عمر صرف تیرہ سال کی ہے۔ امام مالک کے درس میں امام شافعی شریک ہونے کے لئے گئے۔ ان کے درس میں بیٹھنے کے لئے یہ ضروری شرط تھی کہ طالب علم قلم دوات لے کر بیٹھے۔ اور جو کچھ وہ بتائیں نوٹ کرتا جائے۔ امام شافعی کی عمر اس وقت صرف نو سال کی تھی۔ امام مالک نے انہیں بیٹھے دیکھا تو کہا بچے تم کیوں بیٹھے ہو۔ امام شافعی نے جواب دیا۔ کہ درس میں شامل ہونے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ اب تک کیا پڑھا ہے انہوں نے بتایا کہ یہ یہ پڑھ چکا ہوں اس پر امام مالک نے کہا کہ تم بہت کچھ پڑھ چکے ہو۔ مگر میرے درس میں بیٹھنے کا یہ طریق نہیں۔ یہاں تو قلم دوات لے کر بیٹھنا چاہیئے۔ امام شافعی نے کہا کہ میں کل بھی بیٹھا تھا۔ آپ دوسرے طلباء سے مقابلہ کرالیں۔ امام صاحب نے سوال کیا اور انہوں نے ٹھیک جواب دیا۔ امام صاحب کی عادت تھی کہ اگلے روز نوٹوں کو سنتے۔ اور کوئی غلطی ہوتی تو اس کی اصلاح کر دیتے تھے۔ اس دن جو انہوں نے گزشتہ نوٹ سننے شروع کئے تو جب پڑھنے والا غلطی کرتا۔ امام شافعی جھٹ اس کو ٹوک دیتے کہ امام صاحب نے یوں نہیں بلکہ یوں فرمایا تھا چنانچہ امام مالک نے ان کو بغیر قلم دوات کے اپنے درس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ حالانکہ اور کسی کو اس کی اجازت نہ تھی۔ یہ بات کیوں تھی اس لئے کہ ماں باپ نے شروع میں ہی ان کو علم کے حصول میں لگا دیا تھا مگر ہمارا "نیانا پن" یعنے بچپن اٹھارہ بیس سال تک نہیں جاتا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں

عمر کے دو ہی حصے

سمجھے جاتے ہیں۔ ایک وہ جب بچہ سمجھا جاتا ہے۔ اور ایک وہ جب وہ بے کار بوڑھا ہوتا ہے۔ اور اس طرح کام کا کوئی وقت آتا ہی نہیں۔ ایک دفعہ ایک عورت جس کی عمر کوئی پچپن سال کی ہوگی۔ مجھ سے کوئی بات کر رہی تھی اور بار بار کہتی تھی کہ ساڈے یتیماں تے رحم کرو۔ یعنی ہم یتیموں پر رحم کریں۔ یہ کوئی پانچ سات سال کی بات ہے اور اس وقت اس کی عمر ۶۵ سال کی ہوگی تو گویا ہمارے ہاں یا تو آدمی بچہ ہوتا ہے اور یا پیر فرتوت جسے پنجابی میں ستر ابہترا کہتے ہیں۔ یہ بہت

حماقت کی بات

ہے کہ بچوں کو چھوٹا سمجھ کر انہیں آوارہ ہونے دیا جائے۔ اگر بچوں سے صحیح طور پر کام لیا جائے۔ تو وہ کبھی آوارہ ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر انہیں گلیوں اور بازاروں میں آوارہ پھرنے کی بجائے مجلسوں میں بٹھایا جائے تو بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ میری تعلیم کچھ بھی نہ تھی۔ لیکن یہ بات تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں جا بیٹھتا تھا۔ حضرت خلیفہ اول کی مجلس میں چلا جاتا تھا۔ کھیل بھی کرتا تھا مجھے شکار کا شوق تھا۔ فٹ بال بھی کھیل لیتا تھا۔ لیکن گلیوں میں بیکار نہیں پھرتا تھا۔ بلکہ اس وقت مجلسوں میں بیٹھتا تھا اور اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بڑی بڑی کتابیں پڑھنے والوں سے میرا علم خدا تعالےٰ کے فضل سے زیادہ تھا علم گدھوں کی طرح کتابیں لاد لینے سے نہیں آ جاتا۔ آوارگی کو دور کرنے سے علم بڑھتا ہے۔ اور ذہن میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔

پس اساتذہ افسران تعلیم اور خدام الاحمدیہ کا یہ فرض ہے کہ

بچوں سے آوارگی کو دُور کریں

یہ آوارگی کا ہی اثر ہے کہ ہم ادھر نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ اور ادھر گلی میں بچے گالیاں بک رہے ہوتے ہیں۔ اگر تو وہ نماز ہی نہیں پڑھتے تو دوہرے مجرم ہیں۔ نہیں تو یہی جرم کافی ہے۔ فحش گالیاں ماں بہن کی وہ بکتے ہیں۔ اور کسی شریف آدمی کو خیال نہیں آتا۔ کہ ان کو روکے مسجد مبارک کے سامنے کھیلنے والے بچے ۹۰-۹۵ فیصدی احمدیوں کے بچے ہی ہو سکتے ہیں۔ تھوڑے سے غیروں کے بھی ہوتے ہونگے۔ مگر میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے

احمدیوں کے بچے گالیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ اور ان کے ماں باپ اور اساتذہ کو احساس تک نہیں ہوتا۔ کہ ان کی اصلاح کریں۔ پھر میں نے دیکھا ہے۔

مدرسہ احمدیہ کے طلباء

گلیوں میں سے گذرتے ہیں۔ تو گاتے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ وقار کے سخت خلاف ہے۔ اور اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ شرم وحیا جو دین کا حصہ ہے بالکل جاتی رہی ہے۔ پھر میں نے دیکھا ہے۔ نوجوان ایک دوسرے کی گردن میں باہیں اور ہاتھ میں ہاتھ ڈالے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ سب باتیں وقار کے خلاف ہیں مجھے یاد ہے۔ میرا ایک دوست تھا۔ بچپن میں ایک دفعہ ہم دونو ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بیٹھے تھے۔ کہ حضرت خلیفہ اول نے دیکھا۔ میری تو آپ بہت عزت کیا کرتے تھے۔ اس لئے مجھے تو کچھ نہ کہا۔ لیکن اس کو اس قدر ڈانٹا۔ کہ مجھے بھی سبق حاصل ہو گیا۔ ہمارے ملک میں کہتے ہیں۔ کہ "تی اے نی میں تینوں کہاں نو ایں نی توں کن رکھ" یعنی بات تو میں اپنی لڑکی سے کہتی ہوں۔ مگر بہو اسے غور سے سنے۔ اسی طرح حضرت خلیفہ اول نے اسے ڈانٹا۔ مگر مجھے بھی سبق ہو گیا۔ کہ یہ بری بات ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ نوجوانوں کو

اسلامی آداب

سکھانے کی طرف توجہ ہی نہیں کی جاتی نوجوان بے تکلفانہ ایک دوسرے کی گردن میں باہیں ڈالے پھر رہے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ میرے سامنے بھی ایسا کرنے میں انہیں کوئی باک نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کو یہ احساس ہی نہیں۔ کہ یہ کوئی بری بات ہے۔ ان کے ماں باپ اور اساتذہ نے ان کی اصلاح کی طرف کبھی کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ حالانکہ یہ چیزیں

انسانی زندگی پر بہت گہرا اثر

ڈالتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے۔ اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے۔ تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ میں ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا۔ کہ ماسٹر قادر بخش صاحب نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے والد تھے۔ اس سے منع کیا۔ اور کہا کہ یہ بہت بری بات ہے۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گی لیکن وہ نقشہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے۔ ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اسی طرح ایک صوبیدار صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کی ایک بات بھی مجھے یاد ہے۔ ہماری والدہ چونکہ دلی کی ہیں۔ اور دلی بلکہ لکھنؤ میں بھی "تم" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ بزرگوں کو بے شک آپ کہتے ہیں۔ لیکن ہماری والدہ کے کوئی بزرگ چونکہ یہاں تھے نہیں۔ کہ ہم ان سے "آپ" کہہ کر کسی کو مخاطب کرنا بھی سیکھ سکتے۔ اس لئے میں دس گیارہ سال کی عمر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "تم" ہی کہا کرتا تھا۔ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے مدارج بلند کرے۔

صوبیدار محمد ایوب خان صاحب

مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ گورداسپور میں مقدمہ تھا۔ اور میں نے بات کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تم کہدیا۔ وہ صوبیدار صاحب مجھے الگ لے گئے۔ اور کہا۔ کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ اور ہمارے لئے عمل ادب ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں۔ کہ "تم" کا لفظ برابر والوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ بزرگوں کے لئے نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اس کا استعمال میں بالکل برداشت نہیں کر سکتا یہ پہلا سبق تھا۔ جو انہوں نے اس بارہ میں مجھے دیا۔ پس

بڑوں کا فرض

ہے۔ کہ چھوٹوں کو یہ آداب سکھائیں۔ اگر ایک ہی شخص کہے۔ تو ان پر اثر نہیں ہوتا۔ بچے سمجھتے ہیں۔ یہ ضدی سا آدمی ہے۔ یونہی ایسی باتیں کرتا رہتا ہے۔ اگر باپ کہے۔ اور ماں نہ کہے تو سمجھتے ہیں۔ باپ ظالم ہے۔ اگر یہ اچھی بات ہوتی تو ماں کیوں نہ کہتی۔ اگر ماں باپ کہیں۔ اور استاد نہ کہے۔ تو سمجھتے ہیں۔ اگر یہ اچھی بات ہوتی تو استاد کیوں نہ کہتا۔ اور اگر استاد بھی کہے اور دوسرا کوئی نہ کہے۔ تو سمجھتے ہیں۔ اگر یہ اچھی بات ہوتی۔ تو کوئی دوسرا شخص کیوں نہ کہتا۔ لیکن اگر ماں باپ بھی کہیں۔ استاد بھی کہیں۔ اور دوسرے لوگ بھی کہتے رہیں۔ تو وہ بات ضرور دل میں راسخ ہو جاتی ہے ایک چھوٹا سا ادب

خطبہ کو توجہ سے سننا

ہے۔ اور میں کئی بار اس کی طرف توجہ بھی دلا چکا ہوں۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ لوگ برابر باتیں اور اشارے کرتے رہتے ہیں۔ اور اساتذہ یا دوسرے لوگ کوئی اخلاقی دباؤ نہیں ڈالتے کہ جس سے اصلاح ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ عادت ہمیشہ ہی چلتی چلی جاتی ہے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا۔ میں خطبہ پڑھ رہا تھا۔ ایک شخص کو میں قریباً پندرہ منٹ تک دیکھتا رہا۔ کہ وہ اپنے ایک بعد میں آنے والے دوست کو برابر اشارے کرتا رہا۔ کہ آگے آ جاؤ۔ اگر بچپن میں ماں باپ یا استاد یا دوسرے لوگ اسے یہ بتاتے۔ کہ یہ ناجائز ہے۔ اور کہ جب تمہاری اپنی ہدایت کا سوال پیدا ہو جائے۔ تو دوسرے کو گمراہی سے بچانے کا موقعہ نہیں ہوتا۔ تو وہ اس گناہ کا مرتکب نہ ہوتا۔ یہ اس جوش کی وجہ سے کہ دوست آگے آ جائے اور خطبہ سن لے۔ اسے اشارے کرتا تھا۔ لیکن وہ شرم کی وجہ سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ اور اگر یہ مسئلہ بچپن سے ہی اس کے ذہن نشین ہوتا۔ تو کبھی دوسری طرف اس کی نظر ہی خطبہ کے دوران میں نہ اٹھتی۔ اور اس طرح کسی کو اشارے کرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اور یہ دوسرے کی ہدایت کے جوش میں خود گمراہی کا مرتکب نہ ہوتا۔ یہ تربیت سے تعلق رکھنے والے مسائل ہیں۔ اور ان سے آوارگی دور ہوتی ہے۔ پھر بچہ کو ہر وقت

کسی نہ کسی کام میں لگائے رکھنا

چاہیئے۔ میں کھیل کو بھی کام ہی سمجھتا ہوں۔ یہ کوئی آوارگی نہیں۔ آوارگی میرے نزدیک فارغ اور بیکار بیٹھنے کا نام ہے۔ یا اس چیز کا کہ باہوں میں باہیں ڈال لیں۔ اور گلیوں میں پھرتے رہے۔ اس بات کا اچھی طرح خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ بچے یا پڑھیں۔ یا کھیلیں۔ یا کھائیں اور یا سوئیں۔ کھیل آوارگی نہیں۔ اس لئے اگر وہ دس گھنٹے بھی کھیلتے ہیں۔ تو کھیلنے دو۔ اس سے ان کا جسم مضبوط ہو گا۔ اور آوارگی بھی پیدا نہ ہو گی۔ پس کھیلنا بھی ایک کام ہے۔ جس طرح کھانا اور سونا بھی کام ہے۔ مگر

خالی بیٹھنا اور باتیں کرتے رہنا

آوارگی ہے۔ اس لئے خدام الاحمدیہ کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ جماعت کے بچوں میں یہ آوارگی پیدا نہ ہو۔ کسی کو یونہی پھرتے دیکھیں۔ تو اس سے پوچھیں۔ کہ کیوں پھر رہا ہے۔ اگر باز نہ آئے۔ تو محلہ کے پریذیڈنٹ کو رپورٹ کریں۔ اور ان

سب باتوں کے لئے اصول

وضع کریں۔ جن کے ماتحت کام ہو۔ میں نے دیکھا ہے۔ کئی لوگ گھنٹوں دکانوں پر بیٹھے فضول باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر اسی وقت کو وہ تبلیغ میں صرف کریں۔ تو

کئی لوگوں کو احمدی بنا سکتے ہیں

لیکن فضول وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ اور اگر کام کے لئے پوچھا جائے تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ فرصت نہیں۔ حالانکہ اگر فرصت نہیں ہوتی۔ تو دکانوں پر کس طرح بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں ایک اور ذریعہ اصلاح کا یہ بھی ہے۔ کہ مجلس میں علمی اور دینی باتیں کی جائیں۔

اچھے انداز میں گفتگو کرنا

بھی ایک خاص فن ہے۔ ایسی مجلسوں میں علمی اور دینی باتیں ہوں لیکن بحث مباحثہ نہ ہو۔ اس چیز کو بھی میں آوارگی سمجھتا ہوں۔ اور میرے نزدیک یہ بات سب سے زیادہ دل پر زنگ لگانے والی ہے۔ مباحثہ کرنے والوں کے مد نظر تقویٰ نہیں۔ بلکہ مد مقابل کو چپ کرانا ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں ہمیشہ مباحثات سے بچتا ہوں۔ اور میری تو یہ عادت ہے۔ کہ اگر کوئی مباحثانہ رنگ میں سوال کرے۔ تو ابتداءً میں ایسا جواب دیتا ہوں۔ کہ کئی لوگوں نے کہا ہے۔ کہ انہوں نے کسی سوال پر پہلے پہل میرا جواب سن کر یہ خیال کیا کہ شاید میں جواب نہیں دے سکتا۔ اور در اصل میں ٹالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر جب کوئی پیچھے ہی پڑ جائے۔ تو میں جواب کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا جواب دیتا ہوں کہ وہ بھی اپنی غلطی محسوس کر لیتا ہے۔ یاد رکھو سچائی کے لئے کسی بحث کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں نے ہمیشہ ایسی باتوں سے روکا ہے۔

ڈیبیٹنگ کلبیں

بھی میرے نزدیک آوارگی کی ایک شاخ ہے۔ اور میں اس سے ہمیشہ روکتا رہتا ہوں لیکن یہ چیز بھی کچھ ایسی راسخ ہو چکی ہے۔ کہ برابر جاری ہے۔ حالانکہ اس سے دل پر سخت زنگ لگ جاتا ہے۔ ایک شخص کسی چیز کو مانتا نہیں۔ مگر اس کی تائید میں دلائل دیتا جاتا ہے۔ تو اس سے دل پر زنگ لگنا لازمی امر ہے۔ مجھے ایک واقعہ یاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریق ایمان کو خراب کرنے والا ہے۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا۔ کہ مولوی بشیر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت مؤید اور میں مخالف تھا۔ مولوی بشیر صاحب ہمیشہ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ [illegible] احمدیہ پڑھنے کے لئے [illegible] کرنے اور کہا کرتے تھے۔ کہ یہ شخص مجدد ہے۔ آخر میں نے ان

سے کہا کہ آؤ مباحثہ کر لیتے ہیں۔ مگر آپ تو چونکہ مؤید ہیں۔ آپ

مخالفانہ نقطۂ نگاہ

سے کتابیں پڑھیں۔ اور میں مخالف ہوں اس لئے موافقانہ نقطۂ نگاہ سے پڑھوں گا۔ سات آٹھ دن کتابوں کے مطالعہ کے لئے مقرر ہو گئے۔ اور دونوں نے کتابوں کا مطالعہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میں جو مخالف تھا۔ احمدی ہو گیا اور وہ جو قریب تھے۔ بالکل دور چلے گئے۔ ان کی سمجھ میں بات آ گئی۔ اور ان کے دل سے ایمان جاتا رہا۔ تو

علم النفس کے رو سے

ڈیبیٹس کرنا سخت مضر ہے۔ اور بعض اوقات سخت نقصان کا موجب ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے باریک مسائل ہیں۔ جن کو سمجھنے کی ہر دس اہلیت نہیں رکھتا۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔ یہاں ایک ڈیبیٹ ہوئی۔ اور جس کی شکایت مجھ تک بھی پہنچی تھی۔ اس میں اس امر پر بحث تھی۔ کہ ہندوستان کے لئے مخلوط انتخاب چاہئے یا جداگانہ۔ حالانکہ میں اس کے متعلق اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں۔ اور یہ

سوء ادبی

ہے۔ کہ اس بات کا علم ہونے کے باوجود کہ میں ایک امر کے متعلق اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں۔ پھر اس کو زیر بحث لایا جائے جن امور میں خدا تعالیٰ۔ یا اس کے رسول یا اس کے خلفاء اظہار رائے کر چکے ہوں۔ ان کے متعلق بحث کرنا گستاخی اور بے ادبی میں داخل ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تو محض کھیل ہے۔ لیکن کیا کوئی کھیل کے طور پر اپنے باپ کے سر میں جوتیاں مار سکتا ہے۔ تو ڈیبیٹس سے زیادہ حماقت کی کوئی بات نہیں۔ ہر احمدی وفات مسیح کا قائل ہے۔ مگر ڈیبیٹ کے لئے بعض حیات مسیح کے دلائل دینے لگتے ہیں۔ میں تو ایسے شخص سے یہی کہوں گا۔ کہ بے حیا خدا تعالیٰ نے تجھے ایمان دیا تھا۔ مگر تو کفر کی چادر اوڑھنا چاہتا ہے۔ پس یہ ڈیبیٹس بھی

آوارگی میں داخل

ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے تمہیں یہ توفیق دی ہے۔ کہ حق بات کو تم نے مان لیا۔ تو اس کا شکریہ ادا کرو۔ نہ کہ خواہ مخواہ اس کی تردید کرو۔ بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ اس سے عقل بڑھتی ہے۔ لیکن اس عقل کے بڑھانے کو کیا کرنا ہے جس سے ایمان جاتا رہے۔ دونو باتوں کا موازنہ کرنا چاہئیے۔ اگر ساری دنیا کی عقل مل جائے۔ اور ایمان کے پہاڑ میں سے ایک ذرہ بھی کم ہو جائے۔ تو اس عقل کو کیا کرنا ہے۔ یہ کوئی نفع نہیں بلکہ سراسر خسران اور تباہی ہے۔ پس یہ بھی آوارگی میں داخل ہے۔ اور میں نے کئی دفعہ اس سے روکا ہے۔ مگر پھر بھی ڈیبیٹس ہوتی رہتی ہیں۔ جس طرح کوڑھی کو خارش ہوتی ہے۔ اور وہ رہ نہیں سکتا اسی طرح ان لوگوں کو بھی کچھ ایسی خارش ہوتی ہے۔ کہ جب تک ڈیبیٹ نہ کرا لیں چین نہیں آتا۔ اور پھر دینی اور مذہبی مسائل کے متعلق بھی ڈیبیٹیں ہوتی رہتی ہیں۔ حالانکہ وہ تمام مسائل جن کی صداقتوں کے ہم قائل ہیں۔ یا جن میں سلسلہ اظہار رائے کر چکا ہے۔ ان پر بحث کرنا

دماغی آوارگی

ہے۔ اور حقیقی ذہانت کے لئے سخت مضر ہے۔ میں نے سو دفعہ بتایا ہے کہ اگر اس کے بجائے یہ کیا جائے۔ کہ دوست اپنی اپنی جگہ مطالعہ کر کے آئیں۔ اور پھر ایک مجلس میں جمع ہو کر یہ بتائیں۔ کہ فلاں مخالف نے یہ اعتراض کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ کہیں۔ کہ میں یہ اعتراض فلاں مسئلہ پر کرتا ہوں۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب یا مولوی ابراہیم صاحب یا کسی اور مخالف کے اعتراض پیش کئے جائیں اور پھر سب مل کر جواب دیں۔ اور خود اعتراض پیش کرنے والا بھی جواب دے تو

یہ طریق بہت مفید

ہو سکتا ہے۔ مگر ایسا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ڈیبیٹوں کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور انگریزوں کی نقل کی جاتی ہے۔ کہ ہاؤس یہ کہتا ہے۔ ہماری مجلس شوریٰ میں بھی یہ ہاؤس [illegible] داخل ہو گیا تھا۔ مگر میں نے تنبیہہ کی [illegible] سے تو

نکل گیا ہے۔ مگر مدرسوں میں رواج پکڑ رہا ہے۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ اس طرح کہنے سے اس بات میں کون سرخاب کا پر لگ جاتا ہے۔ سیدھی طرح کیوں نہیں کہہ دیا جاتا۔ کہ جماعت کی یہ رائے ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ دماغ کو

کفر کی کاسہ لیسی میں لذت

اور سرور حاصل ہوتا ہے۔

پس خدام الاحمدیہ کا فرض ہے۔ کہ اس قسم کی آوارگیوں کو خواہ وہ دماغی ہوں۔ یا جسمانی روکیں۔ اور دور کریں۔ کھیلنا آوارگی میں داخل نہیں۔ ایک دفعہ مجھے رؤیا میں بتایا گیا۔ ایک شخص نے خواب میں ہی مجھے کہا۔ کہ فلاں شخص ورزش کر کے وقت ضائع کرتا ہے۔ اور میں رؤیا میں ہی اسے جواب دیتا ہوں۔ کہ یہ

وقت کا ضیاع نہیں

جب کوئی اپنے قویٰ کا خیال نہیں رکھتا تو دینی خدمات میں پوری طرح حصہ نہیں لے سکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے سبق دیا تھا۔ کیونکہ مجھے ورزش کا خیال نہیں تھا۔ تو ورزش بھی کام ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مونگریاں اور مگدر پھیرا کرتے تھے بلکہ وفات سے سال دو سال قبل مجھے فرمایا۔ کہ کہیں سے مونگریاں تلاش کرو جسم میں کمزوری محسوس ہوتی ہے چنانچہ میں نے کسی سے لا کر دیں۔ اور آپ کچھ دن انہیں پھراتے رہے۔ بلکہ مجھے بھی بتاتے تھے کہ اس اس رنگ میں اگر پھیری جائیں۔ تو زیادہ مفید ہیں۔ پس ورزش

انسان کے کاموں کا حصہ

ہے۔ ہاں گلیوں میں بے کار پھرنا۔ بے کار بیٹھے باتیں کرنا۔ اور بحثیں کرنا آوارگی ہے۔ اور ان کا انسداد خدام الاحمدیہ کا فرض ہے۔ اگر تم لوگ دنیا کو وعظ کرتے پھرو۔ لیکن احمدی نکمے آوارہ پھرتے رہیں۔ تو تمہاری سب کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ پس تمہارا فرض ہے۔ کہ ان باتوں کو روکو۔ دکانوں پر بیٹھ کر وقت ضائع کرنے والوں کو منع کرو۔ اور کوئی نہ مانے

تو اس کے ماں باپ۔ استادوں کو اور محلہ کے افسروں کو رپورٹ کرو۔ کہ فلاں شخص آوارہ پھرتا یا فارغ بیٹھ کر وقت ضائع کرتا ہے۔ پہلے پہل لوگ تمہیں گالیاں دیں گے۔ برا بھلا کہیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ آ گئے ہیں۔

خدائی فوجدار

اور طنزیہ رنگ میں کہیں گے۔ کہ بس پکے احمدی تو یہ ہیں۔ ہم تو یونہی ہیں۔

لیکن آخر وہ اپنی اصلاح پر مجبور ہوں گے۔ اور پھر تمہیں دعائیں دیں گے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ جن لوگوں نے میری تحریک میں حصہ لیا۔ اور کوئی اچھی بات بتائی جب بھی وہ یاد آتی ہے۔ میرے دل سے ان کے لئے دعا نکلتی ہے۔ پس آوارگی کو مٹانا بھی خدام الاحمدیہ کے فرائض میں سے ہے۔ اب چونکہ دیر ہو گئی ہے۔ اس لئے باقی باتیں پھر بیان کروں گا۔

کہا۔ کہ مسٹر جناح کا مسلم لیگ کو مسلمانوں کی نمائندہ انجمن تسلیم کرانے سے مقصد یہ تھا کہ کانگرس کو ہندو آرگنائزیشن قرار دیدیا جائے۔ اور کانگرس خود کو فرقہ وار انجمن سمجھنے کے لئے تیار نہ تھی۔ دوسرا مطالبہ مسلم لیگ کے لیڈر کا یہ تھا۔ کہ لیگ کے ساتھ مفاہمت کے لئے جو کمیٹی مقرر کی جائے۔ اس میں کوئی کانگرسی مسلمان شریک نہ ہو۔ مسٹر جناح کو کئی بار لکھا گیا۔ کہ وہ مفاہمت کی راہ میں ایسے روڑے نہ اٹکائیں۔ مگر چونکہ وہ اپنی باتوں پر مصر تھے۔ اس لئے ۱۶ دسمبر کو یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

اہم ملکی حالات اور واقعات

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی گذشتہ سال کی رپورٹ

۷ مارچ کو تریپوری میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ جو صرف بیس منٹ تک جاری رہا۔ مسٹر بوس کی علالت کی وجہ سے صدارت کے فرائض مولانا ابوالکلام آزاد نے ادا کئے۔ جنرل سکرٹری نے رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ جس میں بیان کیا۔ کہ گذشتہ سال کے دوران میں کانگرس کے ممبروں کی تعداد میں تیرہ لاکھ ۷۶ ہزار چھ سو ستر کا اضافہ ہوا۔ اور کل تعداد ۴۵ لاکھ ۷۸ ہزار چار سو بیس ہے۔ جو ۳۷-۱۹۳۶ء کی تعداد کے لحاظ سے سات گنا ہے۔ آپ نے کہا۔ کہ اس اضافہ کا جہاں فائدہ ہے۔ وہاں نقصان بھی ہو رہا ہے۔ بہت سے لوگ ملکی خدمت کے جذبہ کے ماتحت نہیں۔ بلکہ کانگرس کی بڑھتی ہوئی طاقت سے ذاتی فوائد کے حصول کی نیت سے شامل ہوتے ہیں۔ اس نقص کو روکنے کے لئے ورکنگ کمیٹی نے بہت سے ریزولیوشن پاس کئے۔ اور کانگرس کی ممبر شپ کے قواعد میں تبدیلی کو ضروری قرار دیا ہے۔ مختلف صوبوں میں اس غرض کے ماتحت انسپکٹر بھیجے گئے۔ کہ وہ ابتدائی ممبروں کی بھرتی کے متعلق تحقیقات کریں۔ ان انسپکٹروں کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کانگرس آرگنائزیشن میں بد انتظامی اور بے ایمانی وغیرہ بڑھ گئی ہے جس کا کوئی فوری علاج ہونا ضروری ہے۔

کانگرس اور مسلم لیگ کی مفاہمت کے متعلق کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے